محمد اختر

# پروفیسر محمد حسن کا تنقیدی رویہ

پروفیسر محمد حسن ایک نقاد، ڈرامہ نگار اور دانشور تھے۔ انھوں نے مارکس کے نظریات کو قبول کیا اور مارکسی نقاد کی حیثیت سے اردو ادب میں اپنی شناخت بنائی، اور نئے علوم وفنون کی روشنی میں ترقی پسند نظریۂ تنقید کو نئی جہات سے روشناس کرانے کی سعی کی۔ پروفیسر محمد حسن نے نظریاتی مباحث اور عملی تنقید پر متعدد کتابیں لکھی ہیں اور تنقید کو بڑی حد تک واضح اور سائنٹفک بنایا۔ وہ اپنی تنقید میں ادب، زندگی، سماج اور ماحول کے کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کرتے اور نہ ہی کسی فن پارے کے اچھے یا برے ہونے کا فتوی صادر کرتے ہیں۔ وہ فن پارے کی خوبیوں اور خامیوں کو اس کے سماجی، تاریخی اور تہذیبی تناظر میں دیکھتے ہیں اور اس کا تجزیہ کرتے وقت جمالیاتی اور فنی اقدار کو بھی پیش نظر رکھتے ہیں۔ انھوں نے ذاتی تعصّبات سے اوپر اٹھ کر تنقید کو بڑی حد تک جامع اور تجزیاتی بنانے کی کوشش کی۔ پروفیسر محمد حسن کی تنقیدی تحریروں کا ایک خاص وصف ان کا صاف ستھرا اور مدلل انداز بیان ہے۔ ان کے تنقیدی طریق کار پر روشنی ڈالتے ہوئے پروفیسر شارب ردولوی لکھتے ہیں کہ:

> ''محمد حسن نے تنقید کو ذاتی رائے زنی، ذاتی تعصّبات اور ترجیحات سے بلند کر کے ایک علمی اور فلسفیانہ سطح دینے کی کوشش کی ہے۔ ان کی تنقیدی بصیرت اور ہمہ گیر فکر کا ثبوت ان کے تنقیدی مضامین کے مجموعے ''ادبی تنقید''، ''شعر نو'' اور اردو میں اپنے نوع کی پہلی کتاب ''دہلی میں اردو شاعری کا فکری وتہذیبی پس منظر'' میں ملتا ہے۔ انھوں نے تنقید کو تحقیق کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی بنا ڈالی ہے۔ اپنی نسل کے نقادوں میں اس لحاظ سے وہ ایک نمایاں اور ممتاز حیثیت رکھتے ہیں کہ جدید اور قدیم ادب دونوں پر ان کی گہری نظر ہے۔ ان کا خیال ہے کہ بغیر سوشل اور کلچرل ہسٹری کے نہ تو ادب اور ادیب کے اقدار کا تعین کیا جا سکتا ہے اور نہ صحت مند ادبی تنقید کے اصول بنائے جا سکتے ہیں''۔

(شارب ردولوی: جدید اردو تنقید اصول و نظریات ص۔384، اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ، 1994)

ترقی پسند تنقید سے قبل بہت سے تنقیدی دبستان وجود میں آچکے تھے، اور ہر نقاد کسی نہ کسی دبستان سے منسلک تھا، اور انھی اصول و نظریات کی روشنی میں فن پارے کا تجزیہ و تشریح بھی کرتا تھا، لیکن ترقی پسند تنقید نے اردو ادب میں ایک نئے تنقیدی باب کا آغاز کیا جسے عملی و تجزیاتی تنقید کا دور کہہ سکتے ہیں، اس کے تحت ادب کو زندگی، سماج اور ماحول کے تناظر میں دیکھنے پر زور دیا گیا، اور اس بات کو واضح کیا گیا کہ ادب کا رشتہ سماج سے بہت گہرا ہوتا ہے، ادب سماجی اور تہذیبی اقدار کی تبدیلیوں سے توانائی بھی حاصل کرتا ہے، انفرادی یا ذاتی پسند و ناپسند اس کے مطالعے کا معیار نہیں ہو سکتے، یہی وجہ ہے کہ ترقی پسند تنقید نے ادب کے سماجی، تاریخی اور عمرانی مطالعے پر زور دیا ہے، اور داخلیت و خارجیت کے مابین ایک گہرے رشتے کی نشاندہی کر کے ادب کے سماجی و اجتماعی پہلو کو واضح کیا ہے۔ تنقید کے مختلف مکاتب فکر کا ذکر کرتے ہوئے ''مارکسزم اور ادب'' کے دیباچے میں پروفیسر محمد حسن لکھتے ہیں کہ:

''ادبی تنقید کے مختلف مکاتب ہیں کچھ محض فن پارے ہی پر زور دیتے ہیں اور اسے اپنے آپ میں مکمل اکائی اور اپنی پوری کائنات قرار دیتے ہیں، جس سے نہ مصنف کی ذات کا کوئی تعلق ہے اور نہ اس کے دور کا، اس طرز کے نقاد فن کو غیر ذاتی آرٹ قرار دیتے ہیں اور اسی نقطۂ نظر سے اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔ دوسرا مکتب فکر فن کو فن کار کے انفرادی تجربے کی بازگشت مانتا ہے اور اس لحاظ سے باہر کی دنیا اور سماجی جہت کے اثرات کو تقریباً نظر انداز کر دیتا ہے۔ مارکسیت چونکہ مادے کی اولیت کی قائل ہے اور ہر قسم کے احساس، جذبے یا شعور یا آگہی کو خواہ اسے کسی نام سے کیوں نہ یاد کیا جائے، سماجی ماحول کی گونج اور سماجی اقتصادی ڈھانچے کی اوپری سطح کا نام دیتی ہے۔ اس لیے وہ ہر فن پارے کی خود مکتفی دنیا یا فن کار کے منفرد تخلیقی تجربے کے اندر بھی اس کو جنم دینے والے سماجی عوامل کی کارفرمائی دیکھتی ہے گو وہ ذات اور فن کی چھلنی میں چھن کر ہی ظاہر ہوئی ہے''۔

(محمد حسن: مارکسزم اور ادب ص4-3، جواہر لال نہرو یونیورسٹی دہلی، 1981)

پروفیسر محمد حسن فن برائے فن کے نظریے کو جامع تصور نہیں کرتے تھے، ان کے خیال میں ادب انسانی زندگی اور اس کے سماجی، سیاسی، اور تہذیبی اقدار پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس بنا پر ادب کا سیاسی، سماجی و تہذیبی اور عمرانی مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں ہو سکتا۔ ان کا خیال ہے کہ ادب کی تکمیل اس وقت

تک نہیں ہوسکتی جب تک وہ کوئی عظیم آدرش سامنے نہ رکھتا ہو۔ وہ ادب کی پرکھ اور تنقید کے سلسلے میں مارکسی نقطۂ نظر کے قائل تھے، چنانچہ انھوں نے لکھا ہے کہ:

''مارکسی تنقید دراصل فن اور زندگی کے باہمی رشتوں کی نگراں ہے، وہ ایک طرف ادب اور زندگی کے ربط باہمی کو نظر میں رکھتی ہے۔ ادب زندگی پر اثر انداز ہونے کی کوشش میں زندگی سے اثر لیتا ہے۔ زندگی کو تبدیل کرنے کے عمل میں بہتر طور پر شریک ہونے کے لیے خود کو تبدیل کرتا ہے۔ دوسری طرف مارکسی تنقید ادب کے دائرے کے اندر رہ کر اسے ایک نئے تضاد سے آشنا کرتی ہے۔ تخلیقی شہ پارے اور اس کی تنقید یعنی اس کی اندرونی ترتیب، بیرونی رشتوں اور مجلسی عمل کے مطالعے کے تضاد سے اور یہی وہ تضاد ہے جو ادب کو بہتر، تازہ تر اور شاداب تر بنانے کا ذمے دار ہے''۔

(محمد حسن: ادبی تنقید 43-42، ادارہ فروغ اردو لکھنؤ، 1954)

پروفیسر محمد حسن نے ادبی تخلیق کے مطالعے کے لیے جو اصول و نظریات پیش کیے ہیں وہ ترقی پسندانہ اور بڑی حد تک سائنٹیفک بھی ہیں، جس میں تحقیق، نفسیات، جمالیات، عمرانیات، سماجیات، اقتصادیات، سیرت اور تاریخ سبھی چیزیں شامل ہیں۔ اس سے ان کی تبحر علمی اور وسعت مطالعہ کا اندازہ ہوتا ہے۔

تنقید اور تخلیق کا باہمی رشتہ کیا ہے؟ کسی فن پارے کی تخلیق کے اسباب و عوامل اور محرکات کیا ہیں؟ جو فن پارے کی تخلیق کا سبب بنتے ہیں، تخلیق کن مراحل سے ہو کر گزرتی ہے، ان سب چیزوں کی دریافت کے لیے نقاد کو مصنف یا تخلیق کار کے عہد و سماج کے ساتھ اور کن حالات و واقعات سے مدد لینی پڑتی ہے، اس پر روشنی ڈالتے ہوئے پروفیسر محمد حسن لکھتے ہیں کہ:

''تخلیق دراصل تین سطحوں سے ہو کر گزرتی ہے وہ اپنے مصنف کی ذات کا اظہار بھی ہوتی ہے۔ اس کے عصری شعور کی آواز بھی اور اس دور سے پیدا ہونے والی آفاقی اقدار کی گونج بھی۔ اس لیے ہر دور کے سنجیدہ ادب کا مطالعہ لازمی طور پر مصنف کا مطالعہ (تحقیق، سیرت اور نفسیات کی مدد سے) عصر کا مطالعہ (عمرانیات، اور سماجی علوم سے) اور آفاقی اقدار کا مطالعہ (جمالیات اور تاریخ کی مدد سے) بن جاتا ہے''۔

(بحوالہ شارب ردولوی: جدید اردو تنقید اصول و نظریات ص: 385)

ترقی پسند تحریک نے شاعری اور افسانہ نگاری کے علاوہ اردو ادب کے جس شعبے کو سب سے زیادہ متاثر کیا وہ ادبی تنقید ہے، اردو تنقید کو اس تحریک کی بدولت نیا ذہن اور مزاج ملا، اس تحریک نے تنقید کو مکتبی، تشریحی اور تاثراتی پیرایۂ بیان کے دائرے سے نکال کر اپنے عہد کے تقاضوں کے مطابق ڈھالا،

ترقی پسند تحریک چونکہ ایک اجتماعی تحریک تھی اور اس کا مقصد ادب کو ایک مخصوص سمت اور رفتار عطا کرنا تھا، اس لیے ترقی پسند تحریک نے اس طرف پیش قدمی کی اور ادب کے اجتماعی اور سماجی ہونے کی وکالت کی، اس تحریک کے زیر اثر ادب میں نمایاں تبدیلی ہوئی، ادب کا معیار و میزان بدلا، ادب میں مقصدیت اور انسانی زندگی کی تلاش شروع ہوئی، ادب کا رشتہ عوام کی زندگی سے جوڑا گیا، نئے ادب کی جانچ پرکھ کے لیے تنقید کے پرانے نظام کو فرسودہ قرار دیا گیا، چنانچہ ترقی پسند ناقدین نے ادب کی جانچ پرکھ کے لیے نئے تنقیدی نظام کی تعمیر و تشکیل کی، اور اس کی روشنی میں ادب کی جانچ پرکھ شروع کی، اس طرح تنقید کے ایک نئے دبستان کا آغاز ہوا، جو ترقی پسند یا مارکسی تنقید کے نام سے موسوم ہوا، جو ادب اس تنقید کی کسوٹی پر کھرا اترتا ہے وہی ترقی پسند مصنفین کے نزدیک مستحسن سمجھا جاتا ہے، ادب پر اس نظریے کے اطلاق نے زندگی کے اسرار و رموز واضح کیے، مواد و ہیئت، اظہار و اسلوب کے نئے طریقوں سے ادیبوں کو روشناس کرایا، جس کے نتیجے میں سماج اور انسانی زندگی کا صحیح تصور سامنے آیا، اور ادب میں نئے تجربات کی راہیں کھلیں۔

ترقی پسند تحریک سے اردو تنقید میں ایک نئے باب کا آغاز ہوا، لطف اندوزی اور ذوق و وجدان کے بجائے سماجی شعور، نفسیاتی تجزیے اور زندگی سے اس کے رشتے رہنما اصول قرار پائے، ادبی قدروں کے تعین کے لیے ترقی پسند تحریک نے وسیع پیمانے پر مباحث و مکالمے کے دروازے کھول کر جس طرح تنقیدی بصیرت کو عام کیا، وہ بلاشبہ اس تحریک کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔

ترقی پسند تنقید نے ادب کی تفہیم و تعبیر، مواد و ہیئت، رمزیت و اشاریت، اظہار و اسلوب اور ادب و سماج کے مسائل پر جن مباحث کا آغاز کیا اس کی اہمیت اس وجہ سے بھی مسلم ہے کہ اس سے قبل ادب کے مسائل پر ایسے وسیع تناظر میں غور و فکر نہیں کیا گیا تھا۔ مارکسی تنقید کی اہمیت و افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے پروفیسر محمد حسن لکھتے ہیں کہ:

> ''مارکسی تنقید ان متضاد رجحانات کی مادی بنیادوں کو بھی بے نقاب کرتی ہے۔ وہ بتاتی ہے کہ یہ خیال یا رجحان طبقاتی تقسیم میں شریک ہونے والے کس گروہ سے متعلق ہے اور یہیں سے ہم خالص ادب کے دائرے سے نکل کر وسیع تر مجلسی دائرے میں آجاتے ہیں۔ ادب اور سماج کے باہمی رشتوں کو واضح طور پر پیش کرنا مارکسیت کی بہت بڑی ادبی خدمت ہے''۔

(محمد حسن: ادبی تنقید ص:35)

دوسرے مقام پر وہ اس کی مزید صراحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''مارکسی نقاد کا اپنا نقطۂ نظر ہے اور وہ ادب کو ارتقا کے عمل میں ایک باعمل شریک کار

جانتا ہے اور اسی نقطۂ نظر سے ہر ادبی تخلیق کو پرکھتا ہے وہ نہ صرف عندیہ اور اظہار کے باہمی رشتوں کا مطالعہ کرتا ہے بلکہ عندیہ اور اظہار دونوں کو اس حیثیت سے بھی دیکھتا ہے کہ وہ کہاں تک ایک ایسا ادبی شہ پارہ پیش کرنے میں ممد و معاون ہوئے ہیں جو ارتقا میں مددگار ہو سکے۔ وہ فن کار کے نقطۂ نظر کو بھی اسی ترازو میں تولتا ہے''۔

(محمد حسن: ادبی تنقید ص:37)

پروفیسر محمد حسن کے نزدیک ادب زندگی اور سماجی ارتقا میں برابر کا شریک ہوتا ہے، اور عوامی تحریکوں میں حصہ لیتا ہے، اسی لیے ترقی پسند نقاد جب کسی ادب کا تنقیدی جائزہ لیتے ہیں تو سب سے پہلے ان کی نظر اس بات پر ہوتی ہے کہ ادب کس حد تک ارتقا کی منزل کا ساتھ دیتا ہے، اور فکر و شعور کو اس کی تخلیقی صلاحیت کس حد تک بیدار کرتی ہے، کیونکہ انسان صرف اشیا کا حصول نہیں کرتا، بلکہ وہ اپنے فکر و عمل سے اس پر اثر انداز بھی ہوتا ہے، اسے اپنی مرضی کے مطابق ڈھالتا ہے۔ اس سلسلے میں پروفیسر محمد حسن رقم طراز ہیں کہ:

''مارکسی تنقید کا سب سے اہم مسئلہ ادب کے فاعلی پہلو سے متعلق ہے۔ یہ اسی بیان کا ایک تسلسل ہے کہ ہر دور کا ادب اپنے دور کی تصویر ہے۔ ادیب ایک باعمل شریک کار ہے اور وہ ارتقا کی آویزش میں حصہ لیتا ہے اور ادب کے اس تاریخی درجے کی بڑی اہمیت ہے''۔

(محمد حسن: ادبی تنقید ص:42-41)

پروفیسر محمد حسن کے مذکورہ بالا اقتباسات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ کسی فن کار یا اس کے فن پارے کے مطالعے کے وقت سیاسی، سماجی اور تہذیبی پس منظر کو پیش نظر رکھتے تھے اور ادب کو زندگی اور معاشرے کے ترجمان کی حیثیت سے دیکھتے تھے اور صرف اسی ادب کو مستحسن قرار دیتے تھے جس میں مزدور، محکوم، غریب اور کسان طبقے کی حمایت کی گئی ہو، اور ایسے تمام ادب کو فرسودہ قرار دیتے تھے جس میں صرف داخلیت کا اظہار ہو یا عشق و محبت کی نغمہ سرائی ہو یا کسی ایسے مسئلے کا اظہار کیا گیا ہو جس کا عوام سے کوئی رشتہ نہ ہو، لیکن ان سب کے باوجود پروفیسر محمد حسن کامیاب مقصدی اور تعمیری ادب کے لیے اصول جمالیات کا خیال رکھنا ضروری سمجھتے تھے۔ چنانچہ تنقید نگاروں کو مشورہ دیتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ:

''ہمارے تنقید نگاروں کو یاد رکھنا چاہیے کہ ادب پہلے آرٹ ہے اور بعد کو کچھ اور، اس پر فن کے اصولوں کا اطلاق ہوگا''۔

(محمد حسن: ادبی تنقید ص:24-23)

پروفیسر محمد حسن ادب کے جمالیاتی اقدار کو تسلیم تو کرتے ہیں لیکن اس مسئلہ میں حد سے تجاوز نہیں

کرتے بلکہ وہ جمالیات اور فکر کے درمیان توازن قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اس بات پر اصرار بھی کرتے ہیں کہ کوئی ادب چاہے کتنا ہی خوبصورت ہو لیکن اگر اس میں، عوام کے مسائل کی ترجمانی نہ کی گئی ہو تو وہ اعلیٰ ادب نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ پروفیسر محمد حسن لکھتے ہیں کہ:

''.....مارکسی تنقید اپنے کو محض ادبی یا جمالیاتی دائرے تک محدود رکھنے کی بجائے ادب کے مجلسی رشتوں سے واسطہ رکھتی ہے اور ہمیشہ ادب کو اس کے اپنے دور کی طبقاتی ترتیب کے پس منظر میں دیکھتی ہے''۔

(محمد حسن: ادبی تنقید ص:36)

یہ بات مسلم ہے کہ پروفیسر محمد حسن ادب میں مارکسی نظریے کے قائل تھے۔ اسی لیے وہ ادب کا مطالعہ وسیع تہذیبی پس منظر میں کرنے کا مشورہ دیتے تھے، ان کا کہنا تھا کہ ہر دور کا ادب اپنے زمانے اور ماحول کا ترجمان ہوتا ہے۔ اس لیے ادب کا مطالعہ اس کے اپنے مطالبات کی روشنی میں کرنا چاہیے۔ پروفیسر محمد حسن کے نظریہ ادب پر روشنی ڈالتے ہوئے پروفیسر نورالحسن نقوی لکھتے ہیں کہ:

''وہ زندگی اور سماج سے ادب کے گہرے تعلق کے قائل ہیں، آرٹ کو سماج کا معمار، اخلاق کا معلم اور سیاست کا رہبر مانتے ہیں۔ مگر اسے کسی بھی تنگ دائرے میں قید کرنے کے روادار نہیں اور کسی بھی حالت میں ان قدروں کو نظر انداز کرنے پر راضی نہیں جو فن کو ابدیت اور آفاقیت عطا کرتی ہے۔ اس لیے ان کی تنقید مارکسی ہونے کے ساتھ ساتھ سائنٹیفک بھی ہوتی ہے''۔

(نورالحسن نقوی: فن تنقید اور اردو تنقید نگاری ص، 170، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ 1990)

ادب میں سیاسی، سماجی، عمرانی اور اقتصادی اہمیت کو تسلیم کرنے کے ساتھ ہی پروفیسر محمد حسن انداز بیان کی اہمیت اور اس کے وسیع دائرۂ کار کے بھی قائل تھے۔ چنانچہ اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''ادب میں انداز بیان کی بڑی اہمیت ہے۔ یہی ادب اور دوسری تمام تر تحریرات میں امتیاز پیدا کرتا ہے۔ انداز بیان، تکنیک، فارم، زبان اور بیان کی تمام تر شکلوں پر حاوی ہے۔ اس کی ابتدا اس لمحے سے ہوتی ہے جب ہم کسی خاص شے سے متاثر ہوتے ہیں اور اس کا اختتام اس وقت ہوتا ہے جب مصنف اپنے شہ کار کو پڑھنے والوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ انداز بیان کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔ اس میں موضوع کا انتخاب، احساس کی شدت، ادبی خلوص، طرز فکر اور تاثیر سبھی منزلیں آتی ہیں۔ تاثیر سے لے کر اظہار تک ان میں سے کسی ایک کو علیحدہ کر دیجیے اور انداز بیان کی نشو ونما اور ترتیب کا

شیرازہ بکھر جائے گا یہی موضوع اور طرز بیان، نفس مضمون اور اسٹائل کا سنگم ہے۔ ادبی تنقید کی سب سے بڑی غلطیاں ان دونوں کو جدا کرنے ہی سے پیدا ہوتی ہیں''۔

(محمد حسن: ادبی تنقید ص 19)

اس اقتباس کی روشنی میں کہہ سکتے ہیں کہ ان کے یہاں سماجیاتی پہلو کے علاوہ انداز بیان کو بھی کلیدی درجہ حاصل ہے، اس میں موضوع کے انتخاب، احساس کی شدت، ادبی دیانتداری، طرز فکر اور تاثیر کی سبھی منزلیں آتی ہیں، تاثیر سے لے کر اظہار تک کسی کو علیحدہ کرنے کی شکل میں انداز بیان کی نشو ونما اور ترتیب و تنظیم کا شیرازہ بکھر کر رہ جائے گا۔

پروفیسر محمد حسن کے نزدیک ادب کو اس کے سماجی، سیاسی اور مادی پس منظر میں دیکھنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس پر کوئی پابندی عائد کر دی جائے، یا اسے سماج کے مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے، بلکہ اس کا مفہوم صرف یہ ہے کہ ادب میں دلچسپی رکھنے والے اس کی مثبت قدروں کو آسانی سے سمجھ سکیں، اور یہ دیکھ سکیں کہ فن کار کے اظہار میں کتنی گہرائی اور صداقت ہے، اور اس کا ذہنی رجحان کن سماجی عناصر سے رہنمائی حاصل کرتا ہے، جس طرح ایک عام آدمی خارجی اسباب وعوامل سے متاثر ہوتا ہے، اسی طرح ایک فن کار بھی، یہی وجہ ہے کہ ادب کو تنقید حیات کہا جاتا ہے، کیونکہ ادب اپنے زمانے اور حالات وواقعات کا سچا آئینہ دار ہوتا ہے اور اس عہد کی تہذیب وثقافت کا ترجمان بھی۔

پروفیسر محمد حسن نے نظری، تقابلی اور عملی تنقید پر تقریباً ایک درجن سے زائد کتابیں لکھی، اور سیکڑوں مضامین تحریر کیے۔ ان کتابوں اور مضامین کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ترقی پسند تحریک اور مارکسی فلسفے کا انھوں نے نہ صرف بغور مطالعہ کیا بلکہ اس کی اچھائیوں کو اپنے اندر جذب کر کے ادبی تنقید کو نئی جہت دینے کی کوشش کی۔ پروفیسر محمد حسن ادب کی عصریت، انفرادیت اور آفاقیت کو بڑی حد تک تسلیم کرتے تھے اور ساتھ ہی تنقید کے لیے سائنٹیفک طریق کار کو بھی ضروری سمجھتے تھے، وہ ادب پارے کا مطالعہ کرتے وقت اقتصادیات، نفسیات، جمالیات، عمرانیات، سائنس اور تاریخ وغیرہ کو پیش نظر رکھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ان علوم سے مدد لیے بغیر ادب کی صحیح قدر و قیمت کا تعین کرنا مشکل ہے، ادب کے متعلق ان کا کہنا تھا کہ ادب بنا کسی آدرش کے وجود میں نہیں آتا اور وہ اسی ادب کو ترقی پسند سمجھتے تھے جو اعلیٰ اور عظیم ہو اور اس میں اپنے عہد وسماج اور ماحول کی عکاسی کی گئی ہو۔

پروفیسر محمد حسن کے یہاں بھی وہی اصول ونظریات کارفرما نظر آتے ہیں جو دوسرے ترقی پسند ناقدین کے یہاں جاری وساری تھے۔ کسی شاعر یا ادیب کے کلام کا تجزیہ کرتے وقت وہ یہ ضرور دیکھتے تھے کہ کون سا ادب مارکس کے نظریے پر کھرا اترتا ہے اور جو فن پارہ مارکس کے نظریے پر کھرا نہیں اترتا وہ ان کے نزدیک قابل تسلیم نہیں تھا۔ ادبی نظریہ سازی کے سلسلے میں ان کی کتاب ''ادبی تنقید'' کافی اہم ہے۔

پروفیسر محمد حسن اپنے پیش رووں کی طرح انھیں ادیبوں اور شاعروں کو پسند کرتے تھے جن کے کلام میں ملکی اور قومی زندگی کی ترجمانی موجود ہو، عوام سے محبت اور ہمدردی کا جذبہ پایا جاتا ہو، انفرادی زندگی کے بجائے اجتماعی زندگی کا ذکر ہو۔ سماجی اور طبقاتی کشمکش کا تذکرہ کیا گیا ہو، اور وہ ہم عصر تہذیب وحالات کا ترجمان ہو۔

حاصل کلام یہ ہے کہ پروفیسر محمد حسن نے ترقی پسند تنقید کو نئے بال و پر عطا کیے، اور اردو تنقید کو جدید فکری جہات سے آشنا کیا، وہ اردو ادب میں سماجیاتی مطالعے کے سب سے بڑے اور اہم نقاد تھے، احتشام حسین کے بعد انھوں نے مارکسی جمالیات کی نئی تعبیر وتوضیح کی، یہی بنیادی وجہ ہے کہ ترقی پسند تنقید میں ان کا نام احتشام حسین کے بعد لیا جاتا ہے۔ پروفیسر محمد حسن کی خدمات اردو ادب میں خاص طور سے ترقی پسند ادبی تنقید میں گراں قدر اضافے کا درجہ رکھتی ہیں، اور ان کی یہ انفرادی کوشش اردو ادب کے سرمایے میں ایک عظیم اضافہ ہے، اور یہی ان کی عظمت کے لیے کافی ہے۔

●

پتہ:
Mohd. Akhter
Vasanta Womens College
Rajghat, Varanasi, (U. P.)